رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳



M. B. Khan Artist

توجہ شرط ہے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے نہیں ہوتے۔ بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بیہودوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل ضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس ہنسی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور گریہ بھی۔ اودھ پنچ صرف اپنی لطافت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنایئے۔ مہنگی کی پر تیوریاں چڑھایئے اسلئے کہ گوہر و خزف میں فرق ہے۔ بلکہ افادات کی جدت، مسائل کی اصابت بے ریب رعایت کلمہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی پر نظر کیجیے۔ انشاء اللہ سال بھر کے پرچے میں آپ کو سیکڑوں بیش بہا جواہر مل جائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جاتی ہے یعنی چار روپیہ (للعہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے ملک کی خدمت کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں [illegible] آپ کے مذاق کے مضامین ہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بنیے اگر اس پرچے کے مضامین آپ کے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو پھر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ منیجر کا شتاب سلامت۔ ایک [illegible] پرچہ کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چند سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرا لیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں کہاں غائب ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار جناب نامے منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے روانہ ہونے پر نیاز مند منیجر خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچے کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ آیا تو بلا [illegible] اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا جب مزید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی خط کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے انکے متعلق خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیئے

(۹) جو مضامین اودھ پنچ کی [illegible] نہیں گے وہ شائع نہ ہونگے اور ان کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی جانب پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہونا چاہئے۔

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ — مضامین غیبی — نمبر ۹

۴ مارچ ۱۹۲۹ء

ابن مہدی کے فلسفیانہ خیالات

نمبر ۳

تیہا لطیفہ چوتھا غصہ جذبہ

تیہا بہرے کا بڑا ہوتا ہے مگر کسی کسی وقت بہت کام دیتا ہے۔ اب اس کام کا نمونہ تو اللہ میاں پیدا ہی کیوں کرتے۔ اللہ میاں کو کوئی چیز پیدا کرنے کی عادت نہیں۔ میں نے تو ایک دن مولوی صاحب کے منہ پر کہہ دیا تو بات کیا ہوئی میں نے آپ کی ترکاری انہیں سے بوند میں ٹپک کے مولوی صاحب کی پگڑی پر گر پڑی جا کے گئی تھی۔ بس کمبخت غضب کر دیا مجھے جو تیہا آیا اور مولانا کے سر پر اور مولوی مولانا کے پیچھے بہت اکھڑے گے بیٹھے بیٹھے رہ دیتے تھے۔ میں سوچی کہ آج جب جو ہی تو کل مولوی کا مونہہ اور زیادہ بڑھ جائے گا۔ مل ہی آنکھیں تھر تھر کے کلاری ہو گئیں اور کہنا شروع کر دیا۔ اجی مولوی صاحب آپ ہی تو کہتے ہیں غصہ حرام ہے اور آپ ہی یہ عجیب اضطراب ... چڑھا یا کہ کل ہند تک ...... بہرحال مولوی آئینہ لے کے دیکھیں تو منہ لال بھبوکا ہو رہا تھا جیسے کسی نے دیتا ... پانی ہی تو تھا کوئی سوت تو تھا نہیں جو تھا ہی ... آسمان کو چڑھ گئی۔ بس میرا اتنا کہنا تھا کہ مولوی کا دم سوت گیا مجھے جنتو بولی نہیں۔ بھیجے آئے وہاں سے مولوی بن کے۔ دیکھا جو تیہا دکھاتی وہاں ہی چڑھی۔ مگر تیہا تیرے کی منہ لال کرے۔ سے اس مثل مشہور ہے کہ خانہ خدا ... جو کوئی دیر آدمی ہو اور لوگوں کی نا انصافی ہو تو ... یہاں کہ بھی کہیں ضرور پر غصہ نہ چڑھ بیٹھے۔ بھجن ... کاٹ دو رہے تو لوگ ... آجائے گا

پاندان کے دم کرتے تھے اور دیسر ہی ... کے بہت ہی رت جگوں کی کمان پڑھنی کی پڑھنی ہی رہی تو بس بہ میاں کو تیہا آیا اسی پر سارے مصاحبوں کا نزلہ بھی گرا۔ اب سارا گھر انگلیاں کاٹتے کو بیٹھ رہے ہیں کہ سچ کہا ہے کہ بڑے لوگوں کی جو تیا (جوتا) سب کی سلطنت۔ غریب آدمی غصہ کی بات پر بھی غصہ کرے تو اس کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں۔ فقیر کا غصہ فقیر کی جان پر اس بیچارے کو تو اپنے ہاتھ پاؤں کی آس ہے یا اللہ میاں کی آس اور بھی یہ تو میں نے ہیشہ (ہمیشہ) دیکھا ہے کہ جو غریب ہوتا ہے امیر غصے والے آدمی سے لوگ ڈرتے ہیں۔ اور جو بیچارہ مرتا ہوتا ہوگا ہوا اس کو بیل مارتے ہیں۔ اللہ نہ کرے جو آدمی غصہ ور ہو بس اس کی تو عمل نامے میں شامت ہی آجاتی ہے۔ آدمی کو زیادہ کمسرور بن کے رہنا نہیں چاہیے نہیں تو کمزور دار کھانے کی نشانی۔ دیکھیے بیچاری بکریوں کو سب چٹ کر جاتے ہیں اور شیروں کے منہ کوئی نہیں لگتا۔ دنیا خون خرابے اقوی (؟) اور اس سے ٹھیک نہیں ہے کہ غصہ ناک ہی پر دھرا ہے کوئی بولا اور ہیکڑی دکھی کسی نے مونچھوں کی اور کاٹ کھایا۔ ایسا آدمی قیامت سا چٹ جاتا ہے جنہیں ... نہیں لگتی۔ بیچ بی بی رکھ کے رکھا ہے۔ کل غصہ بھی جاہلیت کا ہوتا ہے۔ اور جو آگ اندیشہ دیکھ کے فلسفہ دکھاتا ہو وہ اچھا رہتا ہے۔ ایسے بھی اللہ کے بندے ہیں جنہیں غصہ آیا تو پھر بھول پانی ہی (ٹھنڈے) ہو جاتے ہیں بنا انہیں کے چھینٹ لیے اڑنے کا نام نہیں لیتا۔ اور بعضوں کا تیہا گرجنے کے جانے کی توں برسا اور ٹل گیا۔ ایک غصہ کی کہانی تمہیں سناؤں۔ محلہ میں تھے ایک پنڈت جی۔ بڑے سگھڑ دست قلم صورت بھلی بھلی۔ گورے چٹے خوبصورت آدمی کچہری میں ماسٹری پر جایا کرتے تھے۔ ہر روز کھانے کھاں وہ کھوں ... ایسا کچھ ہوا کہ سرکار نے ان سے کہا اب تم گھر ہی پر مقدمے لڑا یا کرو کچہری آنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ خیر بھئی انہوں نے بھی کہا چلو

اب میں کہتا ہوں کہ ان کے یہاں بھی کچھ کرنا ہے تو سب ہی جاتی تھی کیا کریں سب دم کرتا جاتا تھا۔ گھوڑا اشتر ہی بھی آ رہی ہیں سب ہم صاحب سوسہ سلطنت کو نہ دکھیں مگر جو مودے کی ناک اسی وقت نہ ہوئی تو کلاری ہو کے مقدمے کی سیر کھینچے گی بھی میں دل کی بات کہہ دوں مجھ کو شہر شہر تھیٹر وغیرہ کا ملنے جانے کا تماشا تھا۔ شہروں کی کلابازی گشت بنی کا کھیل اتنا نہیں جانتا جتنا مقدمہ بازی میں ہی لگتا ہے۔ پھر پنڈت جی جان پہچان تھے اور سب قلق لیے کہ انہوں نے پہول بھرتے تھے نہ کٹ کا جھگڑا بکھیڑا نہ قسم قتانوں کا بکھیڑا۔ پھر قسم قسم کی باتیں گواہوں کی گھبراہٹ۔ نقلیوں کے اپنے پیچ کو پہچانتے اپنے روز روز بھرنے کی فکر وکیلوں کا چکیا گھر گھر کے اپنی کالی کالی ... (اوکا) گھمانا جیسے شیر بازی بجز ترد کبوتر دڑبے میں گھستا ہے۔ کمھار کمھار کے گواہوں سے پوچھنا۔ پنڈت جی بیچ میں بیٹھے اونچی میز کرسی لگی ہے۔ چپراسی پکارتے ہیں ... جائز ہے۔ سپاہی تلنگے سب ادب قاعدے سے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ دربار سی ہو رہی ہے ... اپنے اپنے وکیلوں کے ساتھ کھڑے ہیں جیسے تانگے کے پیچھے زنجیاں کڑی ہوتی ہیں گٹ پٹ ہو رہی ہے۔ جھگڑا دھڑ سولی ہوتی کتابیں کھل رہی ہیں۔ ایک آیا گنوڑے نے جورو کی ناک کاٹ ڈالی ہے بی بی آنچل سے منہ چھپائے کھڑی ہیں میاں کی منڈیاں کسی ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر آیا ہے گواہی دیتا ہے کہ حضور یہ عورت بھرتی ہے دیکھیے اس کی ناک پر دانت کے نشان ہیں کل بھر (ملزم) کے آگے کے دانت ہی نہیں ہیں ... ناک کاٹی گئی ہے عورت کا وکیل کہتا ہے حضور اس نے حوالات میں اپنے دانت اکھاڑ ڈالے میرے پاس گواہی شہادت (شہادت) مستعد ہے کہ ڈاکٹر صاحب ملے ہوئے ہیں انہیں نے اگلے دو دانت اکھیڑ ڈالے کہ ... تھوڑی ناک کو ... ادھر میاں ... پنڈت جی پر بیچے میں ترنت ناک کیوں کاٹی۔ وکیل کہتا ہے حضور میرا ... سوال ہی نہیں

ہوتا ہی ہے۔ وہ سوار کہیں کتنا ہی کاٹی کیوں کرے نہیں گواہوں کے سامنے منہ سے بھر شکت دی پانسے سے سوتی تک صاف کردی۔ گواہوں نے کہا حضور ہاں ہمارے سامنے کاٹی پھر اس سوار نے نیا پہل نکلا کیوں کیا۔ آخر پنڈت جی نے جو بیٹے کو رنگا کمیرے (جیل خانے کا نیا نام نقب اس گاؤں میں جیل خانہ تیار ہوا) بھیجا یا بس رہ گئے میاں کسی کی وکیلت وکالت اچھی۔ نہ کچھ ہوا وہ جو بڑھ بڑھ کے تیز زبان چلا رہے تھے منہ دیکھتے رہ گئے۔ اب دوسرے کی باری آئی۔ میاں سنبت منیت کے بھتیرا خوب رو پڑے گئے نہ روٹی نہ کپڑا۔ جورو موی کی زندگی دکارت۔ ہم نے بھی نالش ٹھونک دی اب کیا جب ہار کے گئے ہیں حضور میں تو مدت ہوئی اسکو چھوڑ چکا پہلے سے ہی نے میرے میاں رہنا نہیں چاہتی۔ مولوی صاحب مجبور ہیں مسالا پھر ہونے کو آیا ہیں تو وہ نقل کا پیٹا رشتہ خاصہ) بھی کہہ چکا۔ عدالت سے ہو گیا کہ [illegible] کہ ایک رو کر آئے بالکل پھر یا گروں کی وضع قطع (وضع قطع) اکالی صاحب اور تھے۔ زرد پگڑی میں گوٹے گچھے منہ کی تھی الم (معلوم) دیتا تھا کہ کرسی میں جلی مونی [illegible] تیر رہی ہے۔ آتے ہی خدا جانے کیا [illegible] قسمت رسول کیا کہ پنڈت جی کو تھا آگیا۔ کہنے لگے ارے بے ایمان ہو جی تم جیسی داڑھی چوتڑوں کی تو تنگے ہے ہو تمہیں شرم نہیں آتی۔ بہو گھوڑی کی عزت آبرو کے مرد کا چھوڑ دے دیتا تھا تو کم رحم اس گیا کہ روٹی کپڑا دو گے اور پھر تم دارے رکھو گے تو تم ہو بکبخت پھر اسی کے سر خاصی گئی۔ پھر کار ہوئی اسکا اسکا کوئی چارہ ہے۔ [illegible] تھی کپڑے ایک ہی شکل دونوں میں ہوئی جو تم [illegible] کالی۔ دونوں ہم پیچ میاں بیاں تھیں۔ [illegible] میں آیا ایک جنجال کا یک [illegible] تھی میرے سے ہم اچھے وہ کیسی تھی میرے آم اچھے [illegible] تو بار [illegible] سب جانتے ہیں [illegible] تو دیس میں لڑائی جھگڑا کا ہے کی۔ ان بات جب بڑھ جاتی ہے تو پھر پنچایت میں کچھ کوئی نہیں دیتا۔ بس چلو قصہ ختم ہو گیا۔ دونوں کا منہ [illegible] رہتا تھا [illegible] سوچ جھوٹ کے

تو جا ہو گیا تھا۔ کبڑن کی کرتی بچ گئی تھی تو کسو کے بیٹے میں لیبر دکلات آور دو پٹے لو دونوں مرد اپنا کے گھری کا گوٹے ہو گئے تھے موتی باندھنے کی جگہ دیکھا نہ تھی۔ پنکھی مٹھی بھر بال منگے نے پنڈت کی میز پر لاکے رکھ دیے۔ مجھے آگئی ہنسی کہو یہ بال کتنا کی اندر دھا تھا۔ کبڑن کے باجوا (دو) پر بڑا سا چکتا دلشاں) بنا ہوا تھا گھوڑی کنجون کیا نے جو زرد کیت لگائی تھی دونوں کے تعجب سے دیال اور ان۔ بھلی دیکھا کہ تم پیر بھر عینی ہوئی ہی ہے میاں اب کو رو دیے گا۔ ایک دیا آیا۔ کتے کو ہو تم کہا نس بچ ہم تو ہم نے دیکھا کہ جو کی میر قاہر دو نے بیچ کنکن کا لنگا پکڑ کے جھٹکا دیا بیچ بیچ دیا۔ دی بڑی ہوگی کنکن پھٹ رہ چکیں تب یہ جھگڑا نہیں بولی۔ اور خدا جانے کیا کیا اول فول بک گیا جب جرال (جرح) کا وقت آیا تو پنڈت جی نے کبڑن سے کہا "تم گواہ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہو۔" کبڑن بولی "مجھ بر در کرکے پوچھو گی جو ڈر لو دوہاں) تھا ہی نہیں۔ مرا جھوٹا ہے" پنڈت جی نے ڈک دیا کہ تم اس سے پوچھو۔ وہ بولی اچھا حضور آجتک سارا محلہ تو مجھ کو جانتا ہے بڑے بڑے رئیسوں رقیسوں میں بات ہے بھلا کوئی بتا دو کہ کمینے جودھری کی جورو نے کسوٹ رنگا کیا ہو۔ لے بیبی مردوا رکھڑی ہے کہا جائے اپنے پوت خصم (خصم) کی کسم (قسم) اور مجاوری کے دیہ دن گھٹوں کے آگو آئے گا جو میرا صبر ہٹی ہے منہ میں کیڑے پڑینگے۔ واہ بی وی اب آؤ تو جاؤ کہاں۔ آ گیا پنڈت جی کو تپیا تھی ابھی تک وہ کچھ بولے نہیں اتنے میں گنکن منگ کے بولی اٹھی اما بپوری کی سامت آئی ہے۔ میرے پوت خصم کا نام لیتی ہے۔ بس کبڑن کی زبان بھر کھلی "تم مجاورن کو اور بیٹا بیٹا دیست رشتا دبست اور اپنے یار کو گواہی لائی ہے اسی گھنٹہ بھر اترانی ہے" ادھر تو یہ کٹا چلانے لگی۔ ادھر پنڈت جی نے زور سے زور سے گھنٹہ میز پر مارا۔ پیٹرا سی کو ہو کم دیا نکالو اس چڑیل کو اور ایسی موٹی موٹی گالیاں دیں کہ بیت تو ہوش اڑ گئے۔ خدا بخشے تمہارے بہنوئی رشو ہر اس تو

وہ بھی برضیں آپے سے باہر ہو جاتے تھے گالیاں سن کے بچے وہی یاد آ گئے۔ پر ان کو یہ صورت کہاں نصیب تھی جو اللہ نے پنڈت جی کو دی تھی بس انکا دل انکا منہ دیکھ کے میرا جی جتا تھا بالکیں سلونی گالیاں بھی جلی ماموریتی تھیں۔ مگر کیا کرتی بھری کچہری تھی جو پھیر پلٹ پڑتے تو آبرو جاتی۔ منور شرمندہ ہاتھ کرنے میں تھوڑی رہی۔ اور سنے وہاں دوسرے کو جب تپا ہو تو تم کیا کے چپ رہنا چاہیے۔ دخل دینے سے بیچنے آدمیوں کا جتنا جوش اور بڑھ جاتا ہے۔ اور تم جو غریب کی اوقات ہی کیا دی تکے کی بھری۔ وہ امیر آدمی ہمارا ہی پہ بگڑ بیٹھتے تو جائے تعجب کی جگہ نہ تھی۔

ایک جگہوں میں تو کر چوڑی بیگم صاحب بھی شنبا کی تھیں مگر تھیں اور جھی بچھ بیاں میں بیچ کہوں مجھے ایسی طبیعت یہوٹے وہ دان نہیں بھاتی پوچھو بی بیوں بیگموں کا [illegible] مسند تکیہ لگائے بیٹھی رہیں [illegible] [illegible] کریں۔ پھر وقت [illegible] جورو بھی [illegible] کو کیا [illegible] ہو گیا [illegible] اس میں اور کیا ہو گا۔ بس ہم کام میں کسی نے ہاتھ لگایا بے ادب نی نکالنے کو سر پے جود رہی ہوا۔ ایک دن میں اتال رات [illegible] ہاں [illegible] تھی۔ کہنے لگیں اماں تم [illegible] پر کر [illegible] ہو میں نے کہا حضور دیکھ لیجیے۔ بس کی بیٹی سے صاف کیا کرو تھی اترجائے گی گرارے (لکیریں) پڑ جائینگے۔ وہ دن میں تاکہ رہی تھی کوٹے کی رکھتے لیس ہوتے تھی وہ بھی۔ اسے جھوٹ نہ بلوائے لاکھ دو دو کی لاگت کی تو میں نے اپنی عمر میں ہاتھ لاتے ہوں گے بی بی یہ مجھے نقل کہاں سے۔ میں تڑاخ سے بول اٹھی حضور تو پھر یال صفا صاف ہی ہو اس میں رکھا ہے کیا تو دی گھڑا کالا ادا اسی سے انجھوں۔ سنتے ہی بے دم سا ختم ہو کے رہ گئیں منہ سے بول نہ پھوٹا۔ میں کچہری میں صاحب کرتا تو میرا کیا بگڑا۔ ایک دن جب خود رو گئے میں نے پیدا کیا ہے وہی پیٹ بھرے گا۔ وہی

کر بیٹھتے ہی ساداہ اور صاحب عالم کی سرکار میں دوم ہو گیا۔ یہ دیکھ ہو تیج سو تیج پر غصہ کرنے کی کرامات جو اس دن غصہ آیا تو صاحب عالم کی سرکار میں پہنچ کر پہنچ ہوئی تو میری جان غضب کوئی انتہا کی بات نہیں دیکھ کے آتا ہے نہ اقلاس و اطلاع اور لکھتا ہے نہ پوچھتا ہے نہ گھبتا ہے۔ جب آتا ہے تو آپ ہی آپ بڑبڑ بیٹھتا ہے۔ نہیں آ آ کر کہ پاؤں دو بیگا رہا جتنے ہمارے پہلے ہنسوں ایسے نٹ کھٹ تھے کہ ذرا سی سی بات پر سیکڑوں گالیاں دیتے تھے۔ غصہ ٹرنگ گئی تو سودا ہو گیا۔ مٹھو نے آ آ کھلانے میں انگلی کاٹ لی لنگڑو ے کی ٹانگیں چیر ڈالیں۔ مل جب اوپر چھت سے دھنی گری۔ گمشٹے کی چونچ ٹوٹ گئی اس دن نری ساقلت دکھا۔ پھر تو ایسے ہو گئے تھے جیسے ہنستی کمل کھلتا ہو۔ لنگڑا نے بھی بڑا دانا تھے۔

ناقد

محمد علی ردولوی

تحائف سال نو

اصلاح کار

جناب شیخ جناب واعظ جناب مولانا جناب ذاکر حضرت قارون حضرت تہذیب استغفراللہ کہیں اعوذ باللہ کہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ فرمائیں لعنت بکار شیطان کا ورد فرمائیں۔ سزا دیں، عقل سے نکالیں مگر دنیا کہیں اپنے ہتھکنڈوں سے باز آتی ہے۔ شیخ و واعظ ملا او وکیل وغیرہ سب اسی فعل و انفعال کبر و انکسار کا نتیجہ ہیں جس کا رتبہ اب تک خلوت میں ہوتا ہے۔ فصل ختمی اور تتمیہ بالکل ملائیہ شاہ کی ضرورت نہ دوست کی حاجت اس پہ شرم جنم کرایا اور تتمیے نے پیٹ سے پاؤں نکالے۔ شامت اعمال دو چار ہے تمکی الی اداس لی ہوئی کیا کیجے ملت کریں ہم فعل ہے یہی خطا ہے جس کے بارے میں کہتے ہیں ؎

خطائے بزرگاں گرفتن خطاست

جمادات زمین کے پیٹ میں یونہی چوری چھپے رہ کے سکتے ہیں۔ نباتات پر بھی اسی قسم کا ایک غنی سی طاری ہوتا ہے اور حیوانات کے افعال تو سب کی نگاہوں پہ ہیں۔ اپنے نفس پر گزری ہوئی بات اپنے آپ والا کی عمل ہیں والی ہوئی بات ہر ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے مگر دماغ انسانی میں کوئی دوسرا طریقہ قرابہ فعل اور انفعال نہ کا نہ آیا تو ہمیشہ ہوتی رہے گی۔ جب تک کوئی دوسرا ذریعہ ہاتھ آئے اس وقت تک اس غیر فطری ومانگر فعل کے انداز علیہ سے انسان کا غافل رہنا اچھا نہیں۔ چونکے اور زندگی ایک اجازت گئی۔ تفصیل کہ یہ مکتب نہیں رہی ہے۔ انسانی تعلیم و تعلم کو اس پر چنداں دخل نہیں۔ جب وقت آ جاتا ہے تو فطرت خود ہی کھلواڑ تماشا جوش تلاطم ہیجان پیدا کر دیتی ہے اور اس سے مفلسی کی صورتیں خواہ طبعی ہوں یا غیر طبعی آپ سے آپ سوجھنے لگتی ہیں نہ سوچیں تو خواب میں دکھائی دیتی ہیں۔ اگر غیر طبعی صورت اختیار کی تو گئے دونوں جہان کے کام سے۔ اور طبعی صورتوں میں اعتدال ملحوظ نہ ہو تو اس حالت میں بھی سسکتی ٹمٹماتی زندگی ایڑیاں رگڑتے کٹتی۔ غور کرنے کی بات ہے کہ مفلس سکیں گے؟ بے لوث ان ورو کے گزر اوقات کا ذریعہ پیدا کرے یا کرے اس ترک چھوڑ دے یا نہ چھوڑے گر نسل بڑھانے کی بھی ضرور بھوک دیا جاتا ہے۔ قابل اور دانا اس کو بھی کا نام صرف اختیار کرتے ہیں مقصد تجدید و دونوں جہان اپنے روحانی جتنی ہے کہ مال و متاع کے بجائے صرف ان کا عشر عشیر [illegible] نہیں پہنچا کر [illegible] خود خرچ کو سے زیادہ آج کل تمدنی کشاکش اس فعل شریف کے لیے وبال اور وبال ہے۔

ہمارے مہاتما گاندھی نے تمدنی کشاکش کی بنیاد پر لوگوں کو مشورہ دیا تھا کہ بس بھائی اب اس فعل کا خاتمہ کرو مفلسی میں کثرت نسل عذاب جان ہے۔ مگر بھلا دنیا کس کی سنتی ہے لوگ کسی طرح نہیں مانتے۔ وہیں کیا خاک۔ جی کب اٹھا ہے۔

خیر یہ تماشا تو ہمارا ختم ہوتا نظر نہیں آتا ہم بھی آج روک لینے نہیں کرتے۔ اس سے جھگڑا نہیں ہے تو پھر ایسی راہیں اختیار کرنے اور بتانے کی ضرورت ہے کوئی بھلا مانس انکار نہیں کر سکتا جن ہنگام زنی اس وقت ضروری ہے جس وقت انسان کر چند کپڑے جلاتا ہے چھپتا ہے ؎

اسیر پنجۂ عہد شباب کر کے مجھے
کہاں گیا مرا بچپن خراب کر کے مجھے

زمانہ شباب جانبین پھر آجاتا ہے۔ ایک عجیب کشمکش رہا ہے گو اس لمحہ بیخودی کا لطف پھر عمر بھر یاد رہتا ہے عالم تصور میں جب شباب کی غیر معلوم امنگیں یاد آتی ہیں تو شرم کے ساتھ ہی ارمان ہوتا ہے کہ پھر کسی طرح وہی بجلی جسم میں پیدا ہو جاتی جو نیچا بیٹھنے نہ دیتی تھی سرکار مرزا مظفر فرماتے ہیں ؎

اے جوانی وہ ابھی عہد پیری میں نہ پوچھ
شرم آتی ہے اب اس قصہ کو دہراتے ہوئے

ہر کیف ہمارے دوست چودھری محمد علی صاحب ردولوی تعلقدار نے عہد شباب کی منزلیں اعتدال یا بے اعتدالی کے ساتھ طے کر کے ایک آخری منزل باقی ہے اسی کیفیت سے کہ اصلاح کار کے نام سے ایک کتاب لکھ ڈالی۔ اس کتاب میں اسی ناگزیر فعل کے اسرار علیہ سے بحث کی گئی ہے جس کا نام لے کے آدمی شرما جاتا ہے۔ کتاب میں متعدد ابواب [illegible] ہیں ہر باب تنقیح اور ہر فصل کمشوف میں جدا گانہ بحث ہے۔ کہیں طرز و لیجہ کی نیت کھو دی ہے کہیں معاشرت [illegible] اجتماع و رجحانات کو اصلاح خاص ہے اس کے دقیق نکات ہیں کہیں علم النفس والفتوح کے تکمیل دکھائے ہیں کہیں اصلاح نسل کا پند نامہ ہے کسی مقام پر اطباء کے مشورے ہیں کسی جگہ تجربہ کاروں کے بتائے ہوئے گر ہیں۔ بیماریوں سے دفع کی تدبیریں بھی ہیں۔ میاں بیوی کی موافقت و مخالفت مزاج کے اسباب و علل بھی ہیں۔ کتاب ہر حال اپنے طرز میں نرالی ہے۔ تحریر لطیف اور دلچسپ ہے۔ وہ لوگ فحش کی تعریف نہیں جانتے جو کہتے ہیں کہ مطلقاً اس فعل کا اظہار فحش ہے۔ اس کی تسکین کے بجائے فحش سے بچنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بجائے اگر مطلقاً یہ فعل فحش ہے تو تم اپنے بزرگوں کی تحقیر پر تذکرہ سے بچو۔ پھر نہیں اس کے متعلق کسی واقعے یا دستور عمل کی ضرورت نہ ہوگی۔ مجموعی طور پر کتاب لکھائی چھپائی بھی ہے۔ ایک روپیہ علاوہ محصول قیمت ہے رودولی ضلع بارہ بنکی میں مصنف کے نام خط بھیجنے کا [illegible] کی معرفت سے۔

منطقی آرٹیکل بنام مہاتما گاندھی

مہاتما صاحب۔

دیکھو بڑھاپے میں تم بھی منطق بھول گئے منطق ایسی چیز نہیں جیسے کوئی بھول جائے اور پھر اس کا دھندا چلتا رہے۔ اچھا منطق اگر کوئی وحشی ہرن ہے جو ہرن کی طرح چوکڑی بھر کے دماغ کے جنگل سے نکل بھاگی ہے تو کیا تجربہ بھی کوئی وحشی جانور ہے۔ وہ تو تمہارا بے شک ہندوستان کی دولت کا بڑا حصہ چٹ کر جاتا ہے۔ اگر کسی بھلے مانس کے تن بدن پر ایک دو ہاتھ کھدر کا ٹکڑا یا لنگوٹی بھی ہو تو کھادی کی ہو یا جسے ولایتی ملک کے ٹول کا ہو [illegible] ہیں تو اس تجربہ پر بھی اعتماد کر لے گر موجود ہیں کہ جو تو اپنے وطن کی بنی ہوئی سوتی کی لنگوٹی ہو۔ نہیں تو کچھ نہ بات مہاتما کی کرامات عالم شکار ہو گئی تو رہے۔

لیکن یہ بات تمہاری منطق کے خلاف معلوم ہوتی ہے کہ جب تمہارے نزدیک لنکاشائر کی ولایتی کپڑے کی خریداری کے سبب سے ہے اور کپڑا پہننا لوگ نہیں چھوڑتے تو تمہارا ملک بیکاروں، کاہلوں، مفلسوں اور احمقوں سے آباد ہے جو چرخہ کی قدر کرتے ہیں نہ کاتتے ہیں نہ تو بنتے ہیں تو اس ہوئی کا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی کہ آج تو روش میں آگے تمہارے کہنے سے پڑھے لکھوں کی تحریکیں اور لیڈروں کے دباؤ سے انہوں نے بدیشی مال تو کپڑا جلا دیا مگر پھر انہی کو انہیں احتیاج ہوگی کیا معنی کہ کھدر والوں کو تو ملتا نہیں ہے کپڑا کہ جس کو کھدر بنا کر

میں تیار ہوتا ہے اگر بائیکاٹ جاری کیا جائے تو لوگ آگے دیکھے پیچھے پتا کیسے نظر آئیں دوسرے تنہا ہے تو اتنا مہنگا کہ غریب خرید مول نہیں لے سکتے۔ کوئی ننگا پھرنے سے رہا۔ تن کے کپڑے جن غریبوں نے جلائے ہیں آخر پھر کے وہی بدیشی کپڑا مول لیں گے۔ احتیاج انکی ہوا اور خرچ دوہرا جو ہند سے یہ کمال ہے۔ جو کپڑے جلائے گئے وہ بھی مول لیے گئے تھے کوئی صدقہ خیرات میں نہیں ملے تھے۔ ایسی صورت میں تم ہی پر رائی کا رتا ہے زیادہ منطق کام لیتے ہم۔ روز خریدو اور روز جلاؤ۔ کارخانے دار تو ہیں احمق جو اپنا مال تھوڑا کرتے ہیں۔ اور حکومت ان سے زیادہ گاؤدی ہے جو کارخانہ داروں کی انتہا دیوالی بھری جاتی ہے۔ تم جو آج کل کپڑے کی منڈی میں ہندوستانی آڑھتیوں سے پوچھو کر

ہولی کھیلنے یا گھر پھونک تماشا دیکھنے کی ابتدا سے لے کے آج تک ولایتی مال کو کھدر کے مقابلے میں کتنا نقصان پہنچایا۔ کھدر نے ایک پیسہ کا بھی بدلا اس قدر کی رقم کا نہیں توڑا۔ اس ہندوستان میں ولایتی سوت کے کپڑے جو ہندوستانیوں کے اہتمام سے ہاتھوں یا مشینوں سے تیار ہوئے وہ کسقدر مقبول ہوئے۔ جیسے معنی یہ ہیں کہ کپڑا بننے کا سلیقہ ہندوستانیوں کو ہے کمی اتنی ہے کہ سوت اور کپاس کی صنعت ان کے ہاتھ سے جاتی رہی۔ آج تیرہ چودہ برس سے تم آڑے بیچارے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ دنیا لنگوٹیا کھدر سے بھر جائے اور ضرورت ہم سوت کی [illegible] نہیں کہ کامیابی [illegible] ہندوستان کا نام مشہور تھا اور پھر بیچ شہروں میں اعلیٰ قسم کا سوت بنانے والا ایسا سوت سے وہ کپڑا بنتے کہ شبنم کہلاتا۔ اب وقت ہندوستان کا خاصہ دستکار بنتا [illegible] گر نقصان ہی سہی بدیشی کپڑا نہ مول لیجئے۔ وطن کی خاطر سے ہم یہ دو پیسے کا نقصان اٹھائیں گے تو دوسرے بھائی ہندوؤں کو فائدہ ہوگا۔ تم ہم تمکو ہوگے بیٹھے رہے نہ کہ چرخا دے چرخا کی بیڑا اور تمہارے گلے سے نکلی تھی وہ بھی چھوٹی کی آواز کی طرح سننے کے قابل نہ رہی۔ اب خدا خدا کرکے پھر تمہاری صورت دکھائی دی اور تم نے پھر وہی تماشا کھیلنا شروع کر دیا جیسے پہلے کوئی لطف دکھایا تھا۔ اب کوئی امید ہے۔



امان اللہ خاں: شکریہ ہے قدر کا۔

نصیب خاں: مگر لوگ تو مجھے بدنام کرتے ہیں۔ ہے اب کوئی بہانہ ہے تو سہی۔



افغانستان کا پولٹیکل تھیٹر

ایکٹر: الوداع کے وقت، حضرات آج کا تماشا تو ایک باب کے بعد ختم ہو جائے گا۔ اب نیا پرنس در خصت ہوتا ہے۔ کابل میں گپ چپ کا کھیل شروع کرے گا۔
میاں امانی: فی امان اللہ۔ فی امان اللہ۔
حاجی سطلبی: خلافت حبیب اللہ میں دیا ہے۔
ایکٹر: بھیرے آواز آتی ہے۔ امان اللہ۔ امان اللہ۔ اچھا حضرت۔ انا فی امان اللہ۔ والسلام۔

ولایت والے سرمایہ دار تمہاری آنکھ بادی سے
پہلے ڈر گئے تھے اور انھوں نے کئی کروڑ روپیہ سرمایہ
اس غرض سے جمع کیا ہے کہ نقصان اٹھا کے مقابلہ
کرینگے سستا بیچیں گے اور منگا بنائیں گے۔ ایک مثل
ہے جسکی دولت ہم خوب جان گئے ہیں ہم ستا چیز
وہ گاڑی بھی نہیں ٹھہر سکتا سو تین روپے تھے وہ
دہو ڈالے۔ ہم سمجھیں گے کہ ہندوستان میں یہ تمام مال صرف
کردیا۔ یہ مال پھر کبھی نکل ہی آئے گا۔ ہندوستانیوں
میں اتنی سمائی ہی نہیں ہے۔ اتنا استقلال بھی نہیں ہے
اتنا اختیار بھی نہیں ہے کہ جو کچھ ہیں آپ بہت کرنے
کی سوچتے ہیں وہ پوری اتریں۔ خود کچھ کرتے نہیں
ولیتی مال پر محصول زیادہ کرکے ملک کی آمدنی
بڑھاتے ہیں۔ پھر بھی اور رہا مدہ صنعت ملک اس خریدنے
کے پیچھے پیچھے پکار رہے گئی ہے۔ بھلا یہ بیل خاک منڈھے
چڑھے گی۔ مگر اب وہ تیلی اور ولایتی بالکل نیست ونابود
ہیں۔ انہیں رال مل … لینے کے سلیقے اور اپنی بہبودی
پرناز ہے۔

تمہاری بھی وہی … مثال ہوئی کہ حیرت نواب کو ایک
کل خانہ گیج سے … نواب صاحب اس سے پہلے …
دم آرام کو بچے تھے۔ تھی تو شکست … گھوڑی کی
صورت بہاری پیاری تھی۔ سارے اطلاع کے نو بچے
اسکا سارا کنبہ اپنے ہی گھر میں بھر رکھا تھا۔ پالتے
خوب تن تن کے کپڑے اور گھوڑوں پر چڑھا دیتے تھے۔
پھر بیگم صاحب کے مرتے ہی نواب صاحب نے گھر پر
قبضہ کرنا چاہا۔ اچانک میں ہاتھی کی ران سے موٹے
قفل لگوائے پولیس بھائی سرکاری آدمیوں سے
تعلیقہ کروایا۔ مگر تمام … گھر کے اندر تھی گھر کے دروازے
بھی ایک تو نکاسی کا دروازہ … ایک چور کھڑکی جو
بھی ادھر … تھی یہ میرے ڈر سے بنائی گئی تھی جس میں
… آنے جانے کا راز … سامنے تھا میرے بعد
کا کنبہ ہر طرح یہ آنے جانے اور … کے کھاتے
وہ دونوں کو دیکھ کیسی کیسی گھاتیں اپنے مطلب کی
سوچتے ہیں۔ خیر … اچھا کیا۔ چھپانے سے
سب کہیں چھپتا ہے آخر تماشہ ہی ہوگیا۔ ہاں تو یہی
کیا کہتی تھی؟ ارے وہی تعلیقہ ..... تعلیقہ ہوگیا۔

گر حضور ارے یہ کھڑا رہتے کے پور کھڑکی میں قفل لگا نہ
سکے بھول۔ بیگم کے عزیزوں نے اطمینان سے تمام مال
خوب اڑالیا۔ جواہرات کے صندوقچے۔ چاندی سونے
کا اسباب اگالدان پاندان مسہری کے پائے۔ بھاری
بھاری کمخواب کا روپہلی جوڑے یہاں تک کہ تانبے
کے برتن بھی چور کھڑکی سے غائب ہوگئے۔ بہر حال
بچارا۔ اب بیچارے … صاحب فہرست تیار کرنے
بیٹھے تو وہاں کیا رہ گیا تھا۔ پاخانے کے ٹوٹے دو چار
پتھر سے ایک تانبے کا پاندان ایک … تین رہ گئیں
ایک ٹھکرا … چار پانچ المونیم کی پتیلیاں … چینی
کے برتن۔ سو یہ کمخوابوں کے پوتے کے پیوندی چاندنی
اور قالین بھی جو میاں ایران سے دو ہزار کا مول
لائے تھے غائب۔ لیسوانی قتار۔ سالے سسروں
نے جھاڑو دے دی۔ اب تو نواب صاحب کو آیا غصہ
… میرے گھر سے دور ہو … کہیں میرا …
گیا۔ ابھی پرسوں ہی تو میں نے لیا فرمایا تھا۔ اور
کل وضو کے وقت انگوٹھی میں نے بیگم کے پاندان کی
تھالی میں رکھ دی تھی واللہ وہ والد مرحوم کی نشانی
تھی وہ بھی دکھائی نہیں دیتی۔ میاں نے کہہ کو
ادھر بچایا بھلا کوئی کیوں قبول تا۔ اے آئے منہ …
ناک بیٹھ جائے میرے پاس۔ بیچارا بیچاری کیا کرے
جیسا کیا ویسا بھرو۔ پہلے جو میں منع کرتی تھی کہ
میاں یہ سودا بڑا مول لیا ہے پچھتاؤ گے تو۔ نانا والد
مرحوم کی نشانی کھو گئی تو جانے میری … تم خود
والد مرحوم کی نشانی ہو تمہاری نشانی تمہارا بیٹا لڑکا
ہے کیوں بیچے انگوٹھی نہ دی جو میں آغا جانی کو دیتی
وہ اپنے پاس رکھتی جب اسکی دولہن آتی تو اسے دیتی
اب کہتے ہو واللہ اس انگوٹھی کا قلق زیادہ ہے
خیر روپیہ پیسا تو ہاتھ کا میل ہے خدا اور دے گا
مگر انگوٹھی نہ ملے گی۔ ہاں سچ ہے میاں جو کہا تھے
تو حال کھلتا۔

جاتا۔ یہ کوئی چیستان نہیں پہیلی نہیں منطقی
مسئلہ ہے اور ایسے قضیوں میں سے ہے جنکے قیاس
انکی زوم میں بند … رہتے ہیں۔ تم خیال کرتے ہو
شاہراہ یا صدر دروازے کا گر … کھڑکی کھلی ہوئی ہے

دیکھو ایسی حالت میں یا مختصر ایسی ہی نواب صاحب
بتلا ہو کے نقصان اٹھا چکے۔ قدیم صنعت کا طرز
یقیناً والد مرحوم کی نشانی ہے مگر وہ تو دوسروں کے
کتے تک … اونے پونے بک بھی گئی۔ مل بھی جائے
تو کون جانتا ہے کہ نگینہ حریفوں نے بدل ڈالا ہوگا
اب تو اپنی پشتوں کی وہ رسم ہے جو … کے آگے بیچا تھا
ہے جو نواب صاحب نے بچہ پیدا ہونے پر جیسے سہرے
جلوے کے ساتھ تھی سی پیالہ لائے تھے ستم توڑے
اور دوسری پر ہمیشہ … رہتے۔ ہندوستانی بھی
بزرگوں کی بنائی ہوئی ریت رسم سے بیزار نظر آتے ہیں
میں نے لاکھ کہا تھا ہیروں نگوڑی سوت سے بچیا
چھڑوانے کی کہیں بنگلہ … اسکا نام ہے کے کھاری
کنویں میں نمک کی کنکریاں پھینکوائیں۔ بڑی مشکل سے
اسکے سر کے بال منگوا کے ریشمی کپڑے کی طرح چڑھا
پر جلوائے۔ سا ہی کا کانٹا یاسین پڑھوا کے قرآن
میں رکھوایا ہزاروں ٹونے ٹوٹکے گنڈے تعویذ کیے مگر
یہ سب باتیں منطق کے خلاف تھیں۔ سوچ سے خاک
اثر ہوتا۔ تمہارا جیرنا بھی منطق سے … کا عالم مقام ہے
اور تم نے بادی یا ہو لی بھی۔ لوہا لوہے سے کٹتا ہے۔
چال پہ چال کا جواب چال یا زوری کے سوا اور کچھ نہیں
بیاہ کیسی ہوں کہ تم پرانے سادھوؤں کی طرح تقدیر
پہ پاؤں توڑ کے نہیں بیٹھے اور تدبیر کے قائل ہوگیا
سنتی کہ تقدیر پہ بھروسا ہوتا تو یہ چیل کیوں مناتے
بس تدبیر کرتے ہو تو ایسی کرو کہ لوگ اسے مان بھی
لیں اور دشمن بھی دل میں کہے کہ ہاں اب مقابلہ کی
سخت ہے۔

جانا۔ یک ہی صورت قیاس کہیں ٹھیک اُتری ہے اور کہیں نہیں مثلاً کوئی کہے کہ الف برابر ہے "بے" کے اور "بے" برابر ہے "جیم" کے تو جیم برابر ہے الف کے۔ یہ بالکل صحیح نتیجہ نکلا۔ لیکن اگر کوئی کہے کہ الف نصف ہے "بے" کا اور "بے" نصف ہے "جیم" کی پس "جیم" نصف ہے "الف" کی تو بچوں بچوں چلتے لڑکے بھی اس پر ہنسیں گے۔ اسلیے کہ جیم ہے الف سے چوگنا اور بے الف سے دونی اور ہم جیم کو الف کا آدھا ثابت کر رہے ہیں۔ یہ کوئی منطق نہیں۔

اگر چرخے کا رواج تمھاری خواہش کے بموجب عام ہو جاتا۔ لوگ سوت کاتنے پرستش ہو جاتے چادر کی جگہ دو کرتوں اور دو کی جگہ ایک کرتے ہی پر قناعت کرتے۔ یا اتنے سیر چشم ہو جاتے کہ کسی کی طرف نگاہ بھر کے نہ دیکھتے تو میں کوئی اعتراض نہ کرتی اور کہتی کہ بیشک تمھارا چادو کارگر ہے آج سے میں بھی نگوڑی سوسی کی ازار پہنوں گی اور الملس کو دیا سلائی دکھلاؤں گی۔ مگر لوگ آدھے کے آدھے کو پورا سمجھنے پر آمادہ ہے اور تم اسی دھن کے ہیں ہو۔ خیر خدا اس ادھوری میں پوری ڈالے۔ خدا حافظ

راقمہ

تمھاری خیرخواہ منتظر آرا بیگم

مولانا پنچ کی نوٹ بک

اخباری کالموں کے شیوخ حدیث

(بقیہ نمبر ۸)

(۱۰) اخبار الاشیمی فی التصوم ہم کہ ہر گز نہ بیٹھنے کا مقام نہیں۔ بیار دونہ گھبرا۔ ایک ماہ کے اندر اندر ایک بیٹھے گا۔ باہر نکلا ایک روز کرنے کے پیچھے ایک پہر کے آگے آگے ایک گھنٹے کے اوپر اور ایک منٹ کے نیچے نیچے شہر یار نادر کابل پر قابض ہو جائینگے۔ کابلی کوہستان ترکستان کا ارادہ یا نا ہوئے کا گمنام خلیفہ عبد العزیز کی مستورہ میمونہ جا جیک ...

خلیفہ کا ترکن تھا آنت رجلا و شلو معمونہ ... اعتوش فی حلقۃ منہا شیئ للبینہا اگر کوئی میرہ گُھل جائے تو اسکے حلق میں کوئی شے میمونہ کے جسم کی نرمی کے باعث نہ اٹکے یعنی جسکا جی چاہے چپاتا کے ہڑپ کر جائے۔ دیکھ لینا ادھر بادشاہوں کی برف پگھلی ادھر بچہ سقا بھنگے کی طرح بہا ہماری دنیا شہر یار نادری کو خدا وند مجازی سمجھتی ہے۔ علی احمد جان بھی انکو خدا نادر خاں بھی انکا حاجتی بخشندار ہی ... بھی انھیں کے خیر خواہ۔ نادر خاں کے دو بھائی بھی انھیں کے حلقہ بگوش اور قند ھاری تو جنھیں اُن کا ذکر ہی کیا۔ انکے علاوہ بیدار طبقہ جب شہر یار نادری کے ہمراہ ... ہیں تو پھر سوتی بیٹیوں کو نچیری کے ...

(۷) حدثنا ابن ... اکرم قال ...

ابطل الجاہلیہ بچہ سقا ...

...

...

زبانوں میں بھر کے دانت چھوڑ تا ہے کہ جس کسی کے ہاتھ ایک گزہ بھی لگے اسکا ہاتھ پاے سے یا شدید جان بچ پائے گا۔ مگر ڈال مادر دار ہو جائے گا۔

خرگیانیٹ پر چونکہ عقلی کا بہت سوار ہوا تو اپنے سواروں یعنی مکھوں کی گردن ساقط الملک کردی۔ آپ اس طرح سر بریدہ مگس ... تو سنگ ... ملا تو عنقریب انکی زندگی کا شیرازہ بھی ختم ہو جائے گا۔

اگرچہ یہ کہانیاں قیدی نامہ سے ماخوذ ہیں مگر انکی صحت میں بے شک ہے اسکا حشر بچہ سقا کے ساتھ ہو۔ رمضان کے خاتمہ کا منتظر ہے شاہ نادری قندھار میں ہوں یا ہرات میں یا کابل میں لڑائی یقینی ہے اور شاہ نادری کی فتح بھی لازمی ہے۔ عربی مثل ہے اذا ... رمضان ... درمیان رمضان ... شوال ... ان تمام امور کا امکان عقلاً ثابت ہے ... نہ ... کو۔

المختصرات

...



سدھا سدھو

اودھ پنچ لکھنؤ ۱۹۲۶ء | رجسٹرڈ نمبر ال ۷۸۳ | جلد چہار دہم

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کا غذ پہ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی

مصنف نے

اساتذۂ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لیکے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی ادا انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

استاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں انسے نقل کی گئی ہیں۔ لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ خود استاد تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپ کو اس کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے استادوں کا سرمایۂ ناز اس میں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ

محصول ڈاک بہرحال ذمہ خریدار۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ۔